جمرات 29 اکتوبر 2020ء | 11 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:256

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے ایک کفارہ ہے۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجے گا۔

(جلاء الافہام بحوالہ کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن ابی عاصم)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

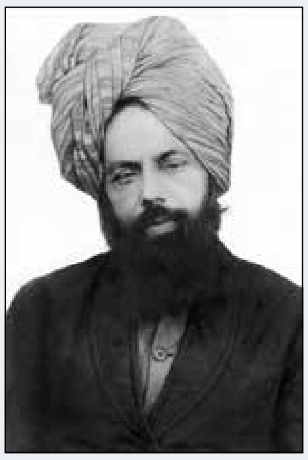

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہوگیا تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے‘‘۔ آپ کی کامیابیاں کیا ہیں۔ یہی کہ اسلام کو ساری دنیا میں غلبہ حاصل ہو‘‘ اس کا نتیجہ یہ ہوگا قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں اول: اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ۔ دوم: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔ اور سوم: موہبت الٰہی‘‘۔ (رسالہ ریویو اردو جلد ۳ نمبر 1 صفحہ ۱۴۔ ۱۵)

پھر فرماتے ہیں کہ:

’’اگرچہ آنحضرت ﷺ کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔ لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔ پس جو فیضان شخص مدعولہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت ﷺ کے لئے برکت چاہتے ہیں ،بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۔ ۲۵)

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس کس شخص کی خواہش نہیں ہوتی کہ وہ نیکی اور پاکیزگی میں ترقی کرے۔ تو ہمارے محسن، ہمارے آقا، محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں یہ راستہ دکھادیا کہ مجھ پر درود بھیجو، تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی کا باعث بنے گا۔ لیکن کیا صرف خالی درود پڑھنے سے ہی تمام مراحل طے ہو جائیں گے۔ کئی تسبیح پھیرنے والے آپ کو ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ذکر الٰہی کر رہے ہیں اور اتنی تیزی سے تسبیح چل رہی ہوتی ہے کہ اس میں درود پڑھا ہی نہیں جا سکتا، بلکہ کوئی ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان کی حالت دیکھ کر دل بے چین ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح درود پڑھ رہے ہیں۔ تو یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کا نام لے رہے ہیں۔ اور آدمی کو بعض دفعہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ ان کے ظاہری اعمال ہیں اور یہ ان کی حالت ہے جو نظر آ رہی ہے۔ تسبیح پھیر رہے ہیں۔ تو یہ تضاد کیوں ہے۔ تو اس مسئلے کو اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس طرح حل فرمایا ہے اور ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اس زمانہ کے امام کو پہچاننے کی توفیق ملی۔

آپ فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہوگیا تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے‘‘۔ آپ کی کامیابیاں کیا ہیں۔ یہی کہ اسلام کو ساری دنیا میں غلبہ حاصل ہو‘‘ اس کا نتیجہ یہ ہوگا قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں اول: اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ۔ دوم: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔ اور سوم: موہبت الٰہی‘‘۔ (رسالہ ریویو اردو جلد ۳ نمبر 1 صفحہ ۱۴۔ ۱۵)

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- تھام کے میرا ہاتھ مجھے دی پیار کی اک پہچان (منظوم)
- تعارف سورۃ السجدۃ
- قرآن کریم کی حکیمانہ ترتیب
- نجات کا گھر اور لغویات کا رد

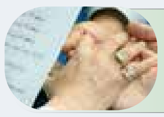

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا۔ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا۔ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّجَحِیۡمًا۔ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا (المزمّل: 11تا14) اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور ان سے اچھے رنگ میں جدا ہو جا، اور مجھے اور نازونعم میں پلنے والے مکذبین کو الگ چھوڑ دے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے۔ یقیناً ہمارے پاس عبرت کے کئی سامان ہیں اور جہنم بھی ہے۔ اور گلے میں پھنس جانے والا ایک کھانا ہے اور دردناک عذاب بھی۔

پس جہاں آپ کو صبر کی تلقین فرمائی وہاں دنیاداروں کے متعلق فرمایا کہ دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں نے ان لوگوں کو کافر بنا دیا ہے، اس کفر کی انہیں سزا ملے گی کیونکہ یہ حد میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اور سزا بھی ایسی ہو گی جو دوسروں کے لئے عبرت کا نشان ہو گی۔ پس یہ عبرت کا نشان بنانے کا معاملہ بھی خدا تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ اور نبی اور ماننے والوں کو صبر کرنے اور بغیر جھگڑے کے ان کی بیہودہ گوئیوں کو سن کر علیحدہ ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔

پھر خدا تعالیٰ خود آپ سزا دینے کا ذکر سورۃ العلق میں اس طرح فرماتا ہے کہ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی۔ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی۔ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡهُدٰۤی۔ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی۔ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی۔ کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ۔ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ۔ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَهٗ۔ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَةَ (العلق: 10تا19) کیا تو نے اس شخص پر غور کیا جو روکتا ہے ایک عظیم بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تُو نے غور کیا کہ اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا تقویٰ کی تلقین کرتا۔ کیا تُو نے غور کیا کہ اگر اس نے پھر جھٹلا دیا اور پیٹھ پھیر لی۔ پھر کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے۔ خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم یقیناً اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے، جھوٹی خطاکار پیشانی کے بالوں سے۔ پس چاہئے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بُلا دیکھے۔ ہم ضرور دوزخ کے فرشتے بلائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ کا سزا دینے کا طریق اس طرح ہے۔ آج اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اُس عظیم بندے کی پیروی کرتے ہوئے جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور جو ان کو نمازیں پڑھنے سے روکتے ہیں، وہ کون ہیں؟ پس یہ اُن لوگوں کے لئے بھی بڑا خوف کا مقام ہے جو کسی کو عبادت کرنے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی خاطر جب زمین و آسمان پیدا کئے ہیں تو پھر اس سے استہزاء کرنے والوں اور کفر میں بڑھنے والوں کو اور تکلیف پہنچانے والوں پر لعنت ڈالتے ہوئے فرماتا ہے کہ مِنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَعَصَیۡنَا وَاسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِهِمۡ وَطَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ۔ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَانۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَاَقۡوَمَ وَلٰکِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِکُفۡرِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا (النساء: 47) یہ سورۃ نساء کی سینتالیسویں آیت ہے۔ فرمایا کہ یہود میں سے ایسے بھی ہیں جو کلمات کو انکی اصل جگہوں سے بدل دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔ اور بات سُن اس حال میں کہ تجھے کچھ چیز سنائی نہ دے۔ اور وہ اپنی زبانوں کو بَل دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے رَاعِنَا کہتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہوتا کہ وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور سُن اور ہم پر نظر کر تو یہ ان کے لئے بہتر اور سب سے زیادہ مضبوط قول ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے۔ پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑا۔

پس یہ لعنت ہے جو اُن لوگوں پر پڑے گی جو یہ راستہ اختیار کریں گے کہ رسول کی توہین کے مرتکب ہوں۔ پھر یہودیوں کے یہ کہنے پر کہ ہم اتنا کچھ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رہے ہیں۔ یعنی کہ جو بھی تکلیفیں پہنچا سکتے ہیں اور جو باتیں بنا سکتے ہیں اور جو منصوبہ بندی کر سکتے ہیں، کر رہے ہیں۔ اگر یہ رسول سچا ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَیَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَمَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ۔ وَاِذَا جَآءُوۡکَ حَیَّوۡکَ بِمَا لَمۡ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ وَیَقُوۡلُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوۡلُ۔ حَسۡبُهُمۡ جَهَنَّمُ۔ یَصۡلَوۡنَهَا فَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ (المجادلہ: 9) کیا تُو نے ان کی طرف نظر نہیں دوڑائی جنہیں خفیہ مشوروں سے منع کیا گیا؟ مگر وہ پھر بھی وہی کچھ کرنے لگے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ اور وہ گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے متعلق باہم مشورے کرتے ہیں اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو اس طریق پر تجھ سے خیرسگالی کا اظہار کرتے ہیں جس طریق پر اللہ نے تجھ پر سلام نہیں بھیجا۔ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس پر عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں۔ اُن سے نپٹنے کو جہنم کافی ہے۔ وہ اس میں داخل ہوں گے۔ پس کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء)

تھام کے میرا ہاتھ مجھے دی پیار کی اک پہچان

جگ والے کیا جانیں ہم نے کتنے رشتے کھوئے
ہاتھ ہیں کتنے اپنوں کی چاہت سے ہم نے دھوئے
کتنے پیاروں کے ہم نے ہیں من میں درد سموئے
کتنی بیتی گھڑیوں نے مڑ مڑ کے نین بھگوئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

چلے گئے جگ چھوڑ کے آگے پیچھے دونوں بھائی
پیچھے کلپن والوں کی بھی یاد تمہیں نہ آئی
سوچا بھی جو اپنوں پہ تم نے ہے قیامت ڈھائی
یاد تمہاری پل پل آکے من میں نوک چبھوئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

یہ دیکھا تھا چندا نکل سورج ہوا غروب
یہ نہ سنا تھا ساتھ ہی پورا چاند بھی جائے ڈوب
تم دونوں نے ساتھ ہمارے چال چلی یہ خوب
دیوا، بتی کے ہوتے بھی گھور اندھیرا ہوتے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

شہر میں جو بھی ملے کرے ہے تم دونوں کی باتاں
جاننے والوں کے من میں ہیں رہیں تمہاری ذاتاں
تم بن چین دناں پایا نہ سکھ سے کاٹیں راتاں
تم تو مر کے بھی جیتے ہو میں کہ جئے بھی موئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

جیون بھر تو ذات کو میری تم نے بخشا مان
تھام کے میرا ہاتھ مجھے دی پیار کی اک پہچان
یکدم پھر یوں منہ موڑا جوں بیگانے انجان
اس بے مہری نے من کی کھیتی میں کانٹے بوئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

چہرہ ساکت سینے میں پر اٹھیں لاکھ ابال
جانے والے چلے گئے پتھر میں دراڑیں ڈال
دل کی کرچیں بغل میں لے کے حال سے ہوں بے حال
جیسے زخمی کونج کوئی پھڑکے، کرلائے، روئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

کون کسی کا سجّن، بیلی کون کسی کا میت
بن مالک سُجّھ سوہنے کے کون نبھائے پیت
جس تن لاگے سو تن جانے جگ کی یہ ہی ریت
کون کسی کے دکھ پہ بیٹھا آنسو ہار پروئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

چادر لے کر چاندنی کی منہ پہ تم ہو سوئے
شکر خدا کا تم نے محتاجی کے بوجھ نہ ڈھوئے
جگ مگ کرتے دیس میں جانے نکلے ہو لوئے لوئے
صبر کے ساگر میں ہوں بیٹھی اپنا آپ ڈبوئے
شکر کا پانی لے کے تھوڑے درد کے دھبے دھوئے
”ساجن گر میں جانتی کہ پیت کرے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کریو کوئے“

(صاحبزادی امۃ القدوس)

مرسلہ: مترجم: وقار احمد بھٹی

تعارف سورۃ السجدۃ (32ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 31 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ سابقہ سورۃ اس بیان پر ختم ہوئی تھی کہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ کب کسی قوم کا عروج یا زوال ہوگا اور یہ بھی وہ خود ہی انسان کی جملہ مادی، اخلاقی اور روحانی ضروریات مہیا کرتا ہے۔ موجودہ سورۃ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ خدا جو تمام جہانوں کا رب ہے ،اسی کے ہاتھ میں وہ تمام وسائل ہیں جن سے انفرادی اور قوموں کی ترقی اور کامرانی جڑی ہے اور اس اکیلے خدا کے قبضہ قدرت میں ان کے زوال کی وجوہات بھی ہیں۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا مرکزی خیال اسلام کی حتمی کامیابی کا اعلان ہے۔ اس کے ابتداء میں کفار کے اعتراض کی شدید مذمت کی گئی ہے کہ قرآن کریم جھوٹ طور پر گھڑ لیا گیا ہے اور یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھوٹے نبی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جھوٹے نبی ہرگز نہ ہیں کیونکہ جھوٹے مدعیان نبوت کبھی اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوتے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی جھوٹے طور پر نہ گھڑا گیا ہے کیونکہ یہ نہایت بر وقت اور حق اور انصاف کی ضرورت کے تقاضوں کے عین مطابق نازل ہوا ہے اور جملہ اخلاقی اور روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور انسانی ضرورتوں کو بھی اور پوری کائنات اس کی تائید کرتی نظر آتی ہے اور اس پیغام کے پرچار کے لیے ممد ہے۔

پھر یہ سورت اپنے مرکزی مضمون سے ہٹ کر یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ اپنی ابتدائی ترقی کے بعد اسلام کو ایک عارضی دھچکا لگے گا اور یہ گرہن جو ایک ہزار سال پر ممتد ہوگا جس کے بعد اسلام کی احیائے نو ہوگی جس کے بعد وہ اپنی شان و شوکت دوبارہ حاصل کرے کر لے گا اور مربوط ترقی کی راہوں پر گامزن ہو جائے گا۔ پھر اس سورۃ میں آگے بڑھ کر نہایت خوبصورت مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح اسلام ایک معمولی ابتداء سے اپنی مضبوطی کی طرف بڑھے گا اور پھیلے گا اور مضبوط طاقت بن جائے گا۔ اس تمثیل کو انسان کی مٹی سے پیدائش کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اپنے اختتام پر یہ سورۃ اپنے مرکزی خیال کی طرف عود کر کے بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ مادی دنیا کی طرح جب زمین خشک اور خشک سالی سے دوچار ہوتی ہے تو خدا بارش نازل کرتا ہے۔ جو زندگی کی نئی لہر پیدا کر دیتی ہے بعینہ روحانی دنیا میں جب انسانیت ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے دوچار ہوتی ہے تو ایک نبی مبعوث کیا جاتا ہے اور روحانی مردوں کو اس کے توسط سے زندگی عطا کی جاتی ہے۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

تو پہلی دو تو یہی ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی میں ملے گی۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ بھی آپ پر درود شریف بھیجیں۔ تو جب تک درد کے ساتھ، جوش کے ساتھ آپ کے احسانوں کو سامنے رکھتے ہوئے درود شریف نہیں پڑھا جائے گا اور دل میں وہ جوش نہیں پیدا ہوگا جس سے آپؐ پر درود بھیجنے کا حق ادا ہو تو اس وقت تک یہ درود صرف زبانی درود ہی کہلائے گا اور آپ کے دل سے نکلی ہوئی آواز نہیں ہوگی۔ تو درود شریف پڑھنے کے بھی کچھ طریقے ہیں، کچھ اسلوب ہیں، ان کو اپناتے ہوئے اگر ہم درود پڑھیں گے تو یقیناً یہ عرش تک پہنچے گا اور بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں لے کر پھر واپس آئے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے ایک کفارہ ہے۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجے گا۔ (جلاء الافہام بحوالہ کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ لابن ابی عاصم)

انسان خطاؤں کا پتلا ہے، غلطیاں کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو پتہ نہیں کیا سلوک ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کو اپنے بندوں پر نازل کرنے کا بھی طریق آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہمیں بتا دیا کہ آپ ﷺ پر درود بھیجو، آپؐ کے حسن واحسان کو یاد کرتے ہوئے آپ پر درود بھیجو اور بھیجتے چلے جاؤ، تو اللہ تعالیٰ کی دس گنا زیادہ رحمتوں کے وارث بنتے چلے جاؤ گے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(خطبہ جمعہ 5/ستمبر 2003ء)

بقیہ: نجات کا گھر اور لغویات کا رد...... از صفحہ 5

دوسرے کے خلاف کام میں لائیں گی یا لوگوں کے رشتوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے کام میں لائیں گی، کسی دوسری عورت کی زندگی اس کے خاوند سے انٹرنیٹ پر گفتگو کر کے برباد کریں گی۔ ایک دوسرے کی چغلیاں ہو رہی ہونگی تو یہی کارآمد چیز جو ہے یہ لغویات میں بھی شمار ہوگی اور گناہ بھی بن رہی ہوں گی۔ پھر آجکل موبائل فون پر ٹیکسٹ میں پیغامات دیئے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک سلسلہ شروع ہوا ہے نیا، آجکل بڑا سستا طریقہ ہے گپیں مار کر وقت ضائع کرنے کا اور نامحرموں سے بات کرنے کا۔ بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیکسٹ میسج (text message) ہی تھا کونسی بات کر لی ہے۔ ایک دوسرے سے رابطے بڑھتے ہیں کہ سہیلی نے اپنے دوستوں میں سے کسی کا فون دے دیا اپنے دوستوں کو اپنی سہیلی کا فون دے دیا۔ موبائل نمبر دے دیا کسی بھی ذریعہ سے ایک دوسرے کے نمبر ہاتھ آ گئے تو ٹیکسٹ میسج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر ٹیلی فون پر 12، 13، 14 سال کے بچیاں بچے لے کر پھر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات دے رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی عمر ہے جو خراب ہونے کی عمر ہے اور پھر انجام ایسی حد تک چلا جاتا ہے آخر کار جہاں وہ لغو جو ہے وہ گناہ بن جاتا ہے۔ اس لیے احمدی بچیاں اپنی عصمت کی خاطر اپنی عزت کی خاطر اپنے خاندان کے وقار کی خاطر اپنی جماعت کے تقدّس کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس کی طرف سے وہ منسوب ہو رہی ہیں جس سے وہ منسلک ہیں ان چیزوں سے بچیں اور اسی طرح احمدی مرد بھی سن رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو بچائیں۔" (خطاب برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/جون 2006ء)

نیز فرمایا: ایسے کھیل بھی ہیں جو عبادتوں سے روکنے والے ہیں ...... پھر اس قسم کی اور لغویات ہیں جو مختلف قسم کی بُرائیاں ہیں۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ عاجزی اختیار کرو تو ایمان دل میں جگہ پائے گا پھر لغو اور بیہودہ باتوں کو ترک کرو۔" (خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 551)

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو لغویات سے کنارکشی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

آج کی دعا

اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَ ہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ۝ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ۝ فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ (یٰس 82-84)

ترجمہ: کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر نہیں کہ ان جیسے پیدا کر دے؟ کیوں نہیں۔ جبکہ وہ تو بہت عظیم خالق (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اُس کا صرف یہ حکم کافی ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے کہ وہ اُسے کہتا ہے "ہوجا"، پس وہ ہونے لگتی ہے اور ہو کر رہتی ہے۔ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

قرآنِ مجید کی یہ آیاتِ مبارکہ اسکی قدرت کا حسین بیان ہیں کہ وہ حی وقیوم خدا جب کن کہے تو تمام کام فیکون کا رنگ اختیار کر کے ہونے لگتے ہیں، اور ہو کر رہتے ہیں۔ اس لئے اس زندہ خدا پر توکل رکھیں اور بھروسہ رکھیں۔ بے شک وہی دعاؤں کو سننے والا اور قبولیت بخشنے والا ہے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

حضرت میر محمد اسحاق تبرکات

قرآن کریم کی حکیمانہ ترتیب

(قسط نمبر 3)

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ (البقرہ: 5)

اور (متقی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اُتارا گیا۔ اور اس پر جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا۔ اور (تیری) پچھلی (بعثت) پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ متقیوں کی علامتیں گناتا ہوا فرماتا ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو اے نبیؐ! تیری وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ تجھ سے پہلی وحیوں کو مانتے ہیں۔ اور وہ تیری پچھلی بعثت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس آیت میں وحیوں پر ایمان لانے کی جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بظاہر طبعی ترتیب نہیں نظر آتی۔ کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے پہلے سابقہ وحی کا، پھر قرآنی وحی کا اور پھر آخری بعثت کا ذکر ہونا چاہئے تھا کیونکہ پہلے حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بعثت ہے۔ مگر برخلاف اس طبعی ترتیب کے اس آیت میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام کا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بعثت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی بجائے اول، دوم، سوم کے ذکر کے، دوم، اول اور سوم کا ذکر کیا گیا ہے۔

پس اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اس آیت میں زمانہ کے لحاظ سے وقوع پذیر ہونے والی ترتیب کو ترک کیا اور کیا وجہ ہے کہ قرآنی وحی کا پہلے ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید بعد میں اُتارا گیا ہے اور کیوں سابقہ کتب کا بعد میں ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ قرآن سے پہلے اُتاری گئی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بے شک توریت اور انجیل پہلے ہیں اور پھر قرآن مجید اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بعثت یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد۔ مگر باوجود اس کے جو ترتیب قرآن مجید نے اختیار کی ہے وہی صحیح اور درست ہے۔ اور ذرا سے غور سے اس کی خوبی واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

اس آیت میں کتب اور انبیاء کے اُترنے کی زمانی ترتیب کا بیان مقصود نہیں کہ پہلے کون آیا اور پھر کون؟ کیونکہ اس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پہلے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد میں ہیں۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آخری بعثت سب سے پیچھے ہے۔ بلکہ یہاں پر متقی یعنی ایمان لانے والوں کے ایمان کی زمانی ترتیب کا بیان ہے مثلاً ایمان لانے والوں میں سے بطور نمونہ صحابہؓ کو لو۔ انہوں نے سب سے پہلے توریت اور انجیل کو نہیں مانا اور نہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر وہ سب سے پہلے ایمان لائے کیونکہ وہ تو مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ (الشوریٰ:53) تجھے تو پتہ ہی نہ تھا کہ (الہامی) کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ کے مطابق رسالت ونبوت کے سرے سے قائل ہی نہ تھے۔ پس صحابہؓ نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اس لئے سب سے پہلے وہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ (البقرہ:5) وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اُتارا گیا۔ کے مصداق ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید میں پڑھا کہ قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:10) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نئے رسول نہیں بلکہ آپؐ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپؐ کے ماننے کے بعد آپ سے پہلے رسولوں کو مانا اور اب وہ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ (البقرہ:5) اور اس پر جو اُتارا گیا تجھ سے پہلے کے مصداق ہو گئے۔

پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سوال پیدا ہوا کہ نور نبوت سے ہم ہی مخصوص ہیں یا یہ نعمت اوروں کو بھی مل سکتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وحی ونبوت بند نہیں بلکہ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ (الجمعۃ:4) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اور بعثت بھی ہونے والی ہے۔ پس اب صحابیٔ کرام رضی اللہ عنہم آخری بعثت کو مان کر وَبِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ (البقرہ:5) اور پچھلی (بعثت) پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ کے مصداق ہو گئے۔

پس اس آیت میں ماننے والوں کے ماننے کی ترتیب کا بیان ہے کہ پہلے صحابہؓ اور مسلمانوں نے آپ کو مانا تبھی تو وہ مسلمان یا صحابی ہوئے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے نبیوں کو مانا، پھر بعد کی پیشگوئیوں کو سن کر پچھلی بعثت پر ایمان لائے۔ پس گو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہیں مگر ہم مسلمان ان پر بعد میں ایمان لائے ہیں کیونکہ پہلے ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا اور پھر حضور کی تصدیق سے پہلوں کو۔ اور پھر حضور کی بشارت سے پچھلی بعثت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلیم کیا۔ اس لئے ہمارے ماننے کے لحاظ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھر سابقہ انبیاء علیہم السلام کی اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پچھلی بعثت ہے۔ اور یہ ہے وہ صحیح اور حقیقتاً طبعی ترتیب جس کو اس آیت میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ حکیمانہ ترتیب ہے جس کی وجہ سے قرآن مجید بجا طور پر کتاب حکیم کہلانے کا مستحق ہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان 30 اکتوبر 1936)

درخواستِ دعا

اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کو مختلف جہت سے قارئین کی طرف سے دُعاؤں کی درخواستیں ملتی رہتی ہیں۔ جو گاہے بگاہے شائع کر دی جاتی ہیں تا جو دوست یا خواتین بیمار ہیں وہ دنیا بھر کے احمدیوں کی دُعاؤں کے طفیل صحت پائیں۔ جو پریشان ہیں، مشکلات میں ہیں ان کی پریشانیوں اور مشکلات دور ہوں۔ جن کی اولاد نہیں یا اولاد نرینہ کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان کی گودیں نیک، صالح، صحت مند اولاد سے ہری کرے۔ جو امتحانات دے رہے ہیں وہ نمایاں کامیابی پائیں۔

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن شہداء احمدیت کے پسماندگان کو اور اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسیران کے لئے آسانیاں مہیاء فرمائے اور اسلام احمدیت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کو کامل صحت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ اپنی حفاظت خاص میں رکھے اور روح القدس سے اپنی تائیدات سے نوازتا رہے اور ہم تمام احباب جماعت کو خلافت کی برکات وفیوض سے حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

(ادارہ)

مرسلہ: فراز یاسین ربانی۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا۔ نمائندہ روزنامہ الفضل لندن (آن لائن)

نجات کا گھر اور لغویات کا رد

لغویات سے اعراض ایک نہایت عظیم وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو اپنانے کی قرآن کریم میں خوب تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نشانی بیان کرتے ہوئے کہا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان 73) یعنی اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر کہا وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ (القصص 56) یعنی اور جب وہ کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ سورۃ مومنون میں اللہ نے کامیاب اور فلح پانے والے گروہ کی خصوصیات کے ذکر میں لغویات سے اعراض کا ذکر بھی کیا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون 2-4) یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان تمام آیات کو ایک خوبصورت جملہ میں کچھ یوں بیان کیا۔

"یعنی مومن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 197)

نیز فرمایا: اس کے یہی معنے ہیں کہ مومن وہی ہیں جو لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرتے ہیں اور لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل کو چھڑانا خدا سے دل لگالینا ہے۔"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199- 200)

رسول اللہ ﷺ کی پاک و مطہر سیرت میں بھی یہ وصف بہت نمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيُقِلُّ اللَّغْوَ

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبۃ)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بھی اس امر کی تلقین کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا ہوگا۔ اگر اس کی نیکیاں اس کا حساب برابر ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے ظلم کرنے کی وجہ سے اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم)

"مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے ...... پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آجائے۔ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199- 200)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"تو دیکھیں ان لغویات کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی ہوں گی اس کی نماز روزہ زکوۃ وغیرہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے یونہی بدظنی کرتے ہوئے الزام لگا دیتے ہیں...... تو بلا سوچے سمجھے ایسے الزام لگانا بھی ٹھیک نہیں۔ اگر دوسرے شخص نے تمہارے خلاف واقعی ایسی حرکت کی ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے تم کیوں بہتان لگا کر ان لغویات میں پڑ کر اپنے سر اس کا گناہ لیتے ہو...... ہر وہ چیز جو شیطان کی طرف لے جانے والی ہے وہ لغو ہے...... پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے...... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں ...... پس کوشش کریں کہ ان دنوں میں ان تمام برائیوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔" (خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

پھر آپ فرماتے ہیں: "ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر یہ مدّنظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، فضول خرچیوں سے بھی بچ سکتے ہیں، لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے۔ اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم و رواج سے بچنے والے ہوں، دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔" (خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 36)

نیز فرمایا: "ہر قسم کا جھوٹ غلط اور گناہ کی باتیں تاش کھیلنا، اس قسم کی اور کھیلیں۔ آج کل دکانوں پر مشینیں پڑی ہوتی ہیں چھوٹے بچوں کو جوئے کی عادت ڈالنے کے لئے، رقم ڈالنے کے بعد بعض نمبروں کی گیمیں ہوتی ہیں کہ یہ ملاؤ، اتنے پیسے ڈالو تو اتنے پیسے نکل آئیں گے تو اس طرح جیتنے سے اتنی بڑی رقم حاصل ہو جائے گی، یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر مجلسیں جمانا، گپیں ہانکنا، پھر دوسروں پر بیٹھ کے اعتراض وغیرہ کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو لغویات میں شامل ہیں... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلاوجہ دوسروں کو مشورے دینے لگ جاتے ہیں۔ کسی نے کوئی مشورہ نہ بھی پوچھا ہو تو عادتاً مشورہ دیتے ہیں یا بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو کسی کی دلشکنی کا یا اس کے لئے مایوسی کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کار خریدی، کہہ دیا یہ کار تو اچھی نہیں فلاں زیادہ اچھی ہے۔ وہ بیچارہ پیسے خرچ کرکے ایک چیز لے آتا ہے اس پہ اعتراض کر دیا یا پھر اور اسی طرح کی چیز لی اس پہ اعتراض کر دیا۔ اس کی وجہ سے پھر دوسرا فریق جس پہ اعتراض ہو رہا ہوتا ہے وہ پھر بعض دفعہ مایوسی میں چڑ بھی جاتا ہے اور پھر تعلقات پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ تو بلاضرورت کی جو باتیں ہیں وہ بھی لغویات میں شمار ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں تیسرا بلاوجہ ان میں دخل اندازی شروع کر دے، یہ بھی غلط چیز ہے لغویات میں اس کا شمار ہے۔" (خطبہ جمعہ 20۔ اگست 2004ء)

حضور انور نے احمدی خواتین کو معاشرتی لغویات اور فضولیات سے اپنے گھروں کو متأثر نہ ہونے دینے کے بارہ میں یوں نصیحت فرمائی:

"...اسی طرح لغویات میں گندی اور ننگی فلمیں ہیں۔ گندی اور ننگی کتابیں ہیں۔ رسالے ہیں یہ سب اس بہانے سے مارکیٹ میں پھیلائی جاتی ہیں کہ اس زمانہ میں جنسی تعلقات کا پتہ لگنا چاہیے تاکہ اُن بُرائیوں سے بچا جا سکے۔ بچے تو پتہ نہیں ہیں کہ نہیں، لیکن سڑک پر ہر گلی کے نکڑ پر ایسے جو اشتہارات ہیں اخلاق سوز قسم کے وہ برائیوں میں ضرور معاشرے کو گرفتار کر دیتے ہیں۔ جو چیز فطری ہے اس کا جب وقت آئے گا تو خود بخود پتہ چل جائے گا۔ جب اس کا پتہ لگنے کی ضرورت ہے۔ علم کے نام پر اس ذہنی عیاشی سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو زنا سے بچاؤ۔ پس ہر عورت کو ایک فکر کے ساتھ اپنے بچوں کو سمجھانا چاہئے اور ہر بچی کو، جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے، جس کا دماغ میچور (mature) ہو چکا ہے یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ بُرائیاں ہیں جو مزید گندگیوں میں دھکیلتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ان سے بچنا ہے۔ ہر ایسی چیز جس کا ناجائز استعمال شروع ہو جائے وہ بھی لغویات میں ہے مثلاً انٹرنیٹ کے بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ یہ اس زمانے کی ایجاد ہے اور یہ ایجادات اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے زمانے میں مقدر کی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم میں مختلف ایجادات کا اعلان بھی فرما دیا۔ انٹرنیٹ بھی ان میں سے ایک ہے اور ٹیلی فون کا نظام جو ہے وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ ٹیلی وژن کا نظام ہے یہ بھی ان میں سے ایک ہے جنہوں نے اشاعت کے لئے کام آنا تھا۔

لیکن اگر ان ایجادات کا غلط استعمال کریں گی تو یہ لغویات میں شمار ہوں گی اور ایسی لغویات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان سے بچنے کا بھی حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے مومن کی تعریف یہ ہے کہ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ہوں جو لغو سے اعراض کرنے والے ہوں۔ لغویات سے بچنے والے ہوں۔ جب انٹرنیٹ پر دوستوں سے چیٹ (chat) کرنے اور اس میں دوسروں کا مذاق اڑانے اور پھکڑ توڑنے، ایک

بقیہ صفحہ 3 پر

مرسلہ: ہشام احمد

تعارف مفردات فی غریب القرآن

مصنف کا تعارف

حضرت امام راغب کا نام حسین بن محمد بن مفضل بن محمد اور کنیت ابو القاسم ہے جبکہ لازوال شہرت امام راغب اصفہانی کی وجہ سے حاصل کی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں اور وفات کے بعد عظیم الشان شہرت پائی جو آپ کو ہمہ گیر اور کثیر المنافع کتب کی وجہ سے حاصل ہوئی یہ کتب آپ کے تجرعلمی اور وسعت نظر تعصب سے مبراعالی حوصلگی اور تمام اسلامی اور علمی موضوعات سے گہری واقفیت پر دلالت کرتی ہیں اس کے باوجود آپ کی ولادت مقام ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی معین بات کتب تاریخ اور سوانح میں نہیں ملتی بلکہ حق تو یہ ہے کہ کئی کتب طبقات میں آپ کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ آپ نے حاکموں کے دربار اور درباریوں سے اپنا کچھ تعلق نہ رکھا اس لئے آپ کے ابتدائی حالات مشہور اور محفوظ نہ ہوئے صرف المنجد فی الاعلام میں زیر عنوان الراغب الاصفہانی لکھا ہے اصل میں اصفہان سے تعلق رکھتے ہیں اور اقامت بغداد میں اختیار کی۔

آپ کی نسبت اصفہان شہر کی طرف ہے جو علماء کا مرکز تھا اور بہت سے آئمہ حدیث اور تاریخ اور فن کے بڑے قابل قدر علماء اس علاقہ میں پیدا ہوئے یا یہاں سکونت اختیار کی۔ اس لئے قیاس ہے کہ آپ نے اس شہر اصفہان میں تعلیم و تربیت پائی ہو گی۔ (ماہنامہ انصار اللہ مارچ 2005 ص 29)

امام راغب کی شخصیت

مؤلف کی تالیفات خصوصا مفردات القرآن اور محاضرات الادباء کے مطالعہ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ مؤلف جامع العلوم و فنون ہونے کے ساتھ بلند پایہ کے صوفی بھی تھے۔

امام راغب اور شیعیت

مفردات القرآن کا استیعاب سے مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعض مقامات پر امام راغب، حضرت علی کو نام کی بجائے امیر المومنین کے لقب سے ذکر کرتے ہیں جس سے تردد پیدا ہوتا ہے کہ غالبا مؤلف شیعہ ہوں گے کیونکہ علماء شیعہ کی یہ عادت ہے کہ وہ علی نام کی بجائے امیر المومنین لکھتے ہیں۔ مگر یہ خیال کر کے بہت سے علمائے اہل سنت ایسے بھی ہیں جو کہ حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے ساتھ علیہ السلام لکھ دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری نہیں کہ حضرت علیؓ کے نام کی بجائے امیر المومنین لکھنے والا بھی شیعہ ہو۔

صاحب اعیان الشیعہ لکھتے ہیں۔

اکثر علماء نے تصریح کی ہے کہ امام راغب معتزلی تھے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ بھی تھے کیونکہ معتزلی اور شیعہ عموماً اصول میں متحد ہیں اور اصحاب التراجم معتزلہ اور شیعہ کا تذکرہ ایک ساتھ کرتے ہیں۔

(اعیان الشیعہ ص 248)

آپ تنگ نظر اور متعصب ہرگز نہ تھے کسی مسئلہ پر مختلف علماء کے اقوال بیان کر کے ان پر بحث کرتے اور پھر ان میں سے صحیح قول کو قبول کرتے، آپ کی ایک عظیم صفت یہ تھی کہ منقول کو ہمیشہ معقول کے ساتھ رکھتے تھے اسی لئے بعض علماء آپ کو معتزلی سمجھ بیٹھے۔ اسی طرح ایک عاشق رسول ہونے کے ناطے آپ اہل بیت سے بڑی محبت رکھتے تھے اور اپنی کتب میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ آپ کو شیعہ بھی قرار دیتے رہے۔

آپ کی کتب نے عوام و خواص میں بڑی قدر پائی حتیٰ کہ امام غزالی جیسا عظیم شخص آپ کی تصوف کے مضمون پر مبنی کتاب الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔

(روضات الجنات از محمد باقر الخوانساری جلد 3 ص 197)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت امام راغب بہرحال قرآن فہمی کے لحاظ سے اور عربی الفاظ کے فہم کے لحاظ سے سب پر بالا ہیں۔ ماشاء اللہ

ایک اور موقع پر شاندار خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت امام راغب کا دماغ اتنا روشن اور پاکیزہ ہے کہ شاذ کے طور پر انہوں نے کبھی غلطی کی ہو گی ورنہ قرآن کریم کے الفاظ کے بیان میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ قرآنی آیات کے ذریعہ معانی کرتے ہیں کسی لغت کی اور ضرورت نہیں پس قران لغت کیا ہے یہ سیکھنا ہو تو امام راغب سے سیکھیں ہر لفظ کے قرانی آیت کے سہارے سے معنی کرتے ہیں جس میں غلطی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بزرگوں کے اقوال موصوف کی تعریف میں

صاحب روضاۃ الجنات ان کے تذکرے میں لکھتے ہیں، امام راغب الاصفہانی لغت عربیت، حدیث، شعر کلام، حکمت اور متقدمین کے علوم کے ساتھ ان کی ذات گرامی اس قدر مشہور ہے کہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ عوام و خواص میں مقبول تھے، خاص کر علم لغت میں ان کا پایہ بلند تھا۔

علامہ کردعلی لکھتے ہیں آپ اس پہلو سے امتیازی شان رکھتے ہیں کہ عقل آپ کی تحریروں سے چھلکتے ہوئے جھلکتی ہے اور آپ تمام علماء پر اس لحاظ سے فوقیت رکھتے ہیں کہ آیات قرآنی سے نہایت عمدہ استنباط کرتے ہیں اور پھر اس ماحصل کو عین موقع پر ایسی عمدگی سے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ آپ کے بیان کو ثابت کر دیتی ہے آپ حکمت یعنی علم عقل کو شرعی احکام کے ساتھ مطابقت دینے اور اپنی کتب کو فصاحت کے ساتھ ساتھ نہایت سہل اور نفع مند طور پر ترتیب دینے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔

صاحب معجم الادباء ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں موصوف کو وہ علم تھے اور ادب و فلسفہ بلکہ بلا استثنا جملہ علوم میں ان کا پایہ بلند تھا انہوں نے قرآن پاک کی ایک بہت بڑی تفسیر بھی لکھی ہے۔ امام سیوطی نے ان کا شمار علماء لغت و نحو میں کیا ہے۔ علی بن محمد البیہقی اپنے تتمہ میں انہیں حکماء کی

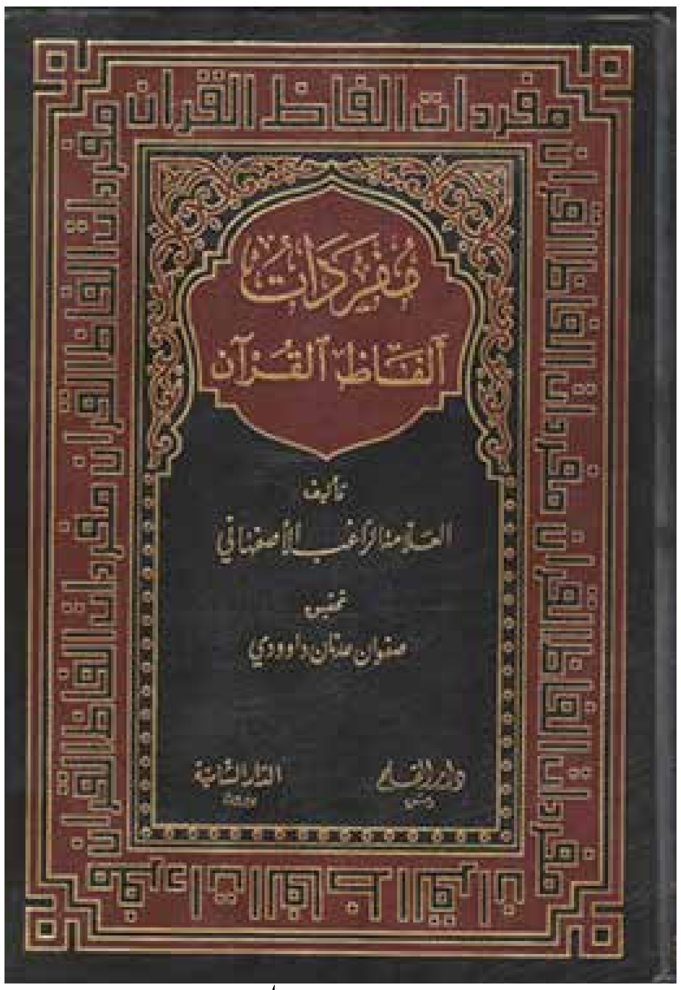

صف میں کھڑا کرتے ہیں اور یاقوت نے اپنی المعجم میں ایک ادیب کی حیثیت سے ان کا تعارف کروایا ہے۔

(مفردات القرآن اردو مکتبہ القاسمیہ ص 12-13)

تصنیفات

آپ نے کئی تصنیفات میں مگر جن تصنیفات کا ذکر مفردات القرآن مکتبہ القاسمیہ میں ہوا ہے وہ پیش خدمت ہیں:

1۔محاضرات الادباء 2۔جامع التفسیر 3۔حل متشابہات القرآن 4۔الذریعہ الٰی مکارم الشریعۃ 5۔ درّۃ التاویل فی غرۃ التنزیل 6۔تحقیق البیان فی تاویل القرآن 7۔افانین البلاغۃ 8۔کتاب الایمان والکفر 9۔تفصیل النشاتین وتحصیل السعادتین 10۔المفردات فی غریب القرآن

(مفردات القرآن اردو صفحہ 9 مکتبہ القاسمیہ)

وفات

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ امام راغب الاصفہانی 500 ھ کے بعد فوت ہوئے۔ امام سیوطی لکھتے ہیں کہ پانچویں صدی کے اوائل میں تھے مگر صحیح 502ھ ہے۔ (مفردات القرآن اردو مکتبہ القاسمیہ ص 9) قران کریم کا یہ عظیم خادم عظیم الشان خدمات سرانجام دینے کے بعد 502 ہجری بمطابق 1108ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ آپ کے مقام ولادت کی طرح مقام وفات کا بھی ذکر نہیں ملتا۔

کتاب کا تعارف

اس کا پورا نام "المفردات فی تحقیق مواد لغات العرب المتعلقۃ بالقرآن" ہے جبکہ مطبوعہ نسخوں پر "المفردات فی غریب القرآن" کا عنوان مرقوم ہے اردو میں اسے "مفردات القرآن" سے شہرت ہے۔ مفردات القرآن کے نام سے بہت سی کتابیں شائع ہوئیں لیکن جو شہرت و دوام اس کتاب کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔

یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ہے اس میں ہر کلمہ کے حروف

اصلیہ میں اول حرف کی رعایت کی گئی ہے اور قرآن میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ کی لغوی تشریح کی گئی ہے۔

طریق بیان بڑا فلسفیانہ ہے جس میں پہلے ہر مادہ کے جوہری معنی متعین کئے جاتے ہیں پھر انہیں قرآنی آیات پر منطبق کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ شرح الفاظ کیلئے یہ طریقہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس سے صحیح معنی تک رسائی ممکن ہوتی ہے اور تمام اشتباہ دور ہو جاتے ہیں۔

بہت سے مصنفین اور آئمہ لغت کے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت امام راغب اس کتاب کے مقدمے میں کتاب کا تعارف لکھتے ہیں۔علوم القرآن کو حاصل کرنے کے لئے جس

چیز کی سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے وہ قرآن کے الفاظ ومفردات کا علم ہے اور قرآنی مفردات کے معنی کی تحصیل ویسی ہی پہلی اور بنیادی ضروری چیز ہے جیسے عمارت بنانے والے کے لئے سب سے پہلے اینٹوں کا حصول لازمی ہے قرآن مجید نے لغت عرب کے ذخیرے میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ لغت عرب کا بہترین نچوڑ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا سب سے اعلی جزو اور مغز ہیں اور بقیہ وہ عربی الفاظ جو قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوئے وہ مستعمل الفاظ کے لئے خادم اور تفصیل کا حکم رکھتے ہیں جیسے ایک نہایت خوشنما اور خوش ذائقہ پھل کے اوپر چھلکا ہو یا اس کے اندر بیج ہو۔

کتاب کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اصحاب تفسیر کے علاوہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی جیسے شارحین حدیث بھی امام راغب سے استفادہ کرتے ہیں۔ امام راغب نے اپنی تفسیر میں ایک انداز یہ بھی اختیار کیا ہے کہ علماء مفسرین کے ساتھ ساتھ وہ لغت سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔

امام راغب نے اپنی تفسیر میں صرفی ونحوی مسائل کے متعلق نحویوں کے بے شمار اقوال ذکر کئے ہیں۔موصوف اپنی تفسیر میں عربی جاہلی اشعار سے بھی احتجاج واستشہاد کرتے ہیں۔

امام راغب اپنی تفسیر میں فقہی مسائل کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس ضمن میں مختلف اقوال وروایات لے کر آتے ہیں۔ کتاب مؤلف نے پندرہ سو نواسی مواد سے بحث کی ہے ایسے الفاظ کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے جو متروک ہیں۔

اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد عبدہ فیروز پوری صاحب نے کیا ہے۔

بعض مفسرین اسے لغت کی کتاب میں شمار کرتے ہیں اور بعض مفسرین اسے تفسیر کی کتب میں شامل کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اسے تفسیر کی کتب میں شامل کیا ہے۔

مثال

امام راغب نے جو ترتیب اپنی کتاب میں رکھی ہے اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔ الخرطوم ۔۔۔ اس کے اصل معنی ہاتھی کی سونڈ کے ہیں قران پاک میں ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الۡخُرۡطُوۡمِ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے میں انسان کی ناک پر خرطوم کا اطلاق کیا ہے تو یہ محض مذمت کیلئے ہے یعنی اسے نہ مٹنے والی عار لاحق ہو گی یہ جدعت انفہ کی طرح کا محاورہ ہے۔

استعارہ کے طور پر خبز کے معانی سخت ہنکانے کے آجاتے ہیں کیونکہ ہانکنے والا بھی اسی طرح ہاتھ مارتا ہے جیسے روٹی بنانے والا کرتا ہے۔

الاجاج۔۔ کے معانی سخت کھارے اور گرم پانی کے ہیں قرآن پاک میں ہے ہٰذَا عَذَابٌ فُرَاتٌ وَّہٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ایک کا پانی نہایت شیریں اور دوسرے کا سخت گرم ہے۔

ائتج النہار۔۔ دن گرم ہو گیا۔ اسی (اجّ) سے یاجوج و ماجوج ہے۔ ان کی کثرت اضطراب کی وجہ سے مشتعل آگ یا موجزن اور متلاطم پانی کے ساتھ تشبیہ دے کر یاجوج ماجوج کہا گیا ہے۔

اَجَّ الظَّلِیۡمُ اِجِیۡجًا۔شترمرغ نہایت سرعت رفتار سے چلا۔ یہ محاورہ اشتعال نار کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے۔

کتاب کی خصوصیات

احمد حسن فرحات نے کتاب کی جو خصوصیات بیان کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

کلمۃ کی اصل ظاہر کرنا: یعنی کلمہ کے اصل کا ایسا معنی بیان کر دینا جو اپنے تمام معانی کو شامل ہو، ایسا لگتا ہے کہ اصفہانی اس سلسلہ میں ابن فارس کی کتاب ’’معجم مقاییس اللغۃ‘‘ سے متاثر ہیں۔

صحیح معانی کی تحقیق

یعنی کبھی کبھی انبیاء کے تعلق سے بعض ایسی باتیں آتی ہیں کہ اس کی اگر تاویل کسی دوسرے معنی میں نہ کی جائے تو نبی کی عصمت پر زد آسکتی ہے، اس لئے اسی جگہوں پر اصفہانی ایک ایسا صحیح معنی تلاش کرتے ہیں جو نبی کی عصمت کے شایانِ شان ہو۔

ظنی اور غیر مراد معانی کی نفی

یعنی بعض مواقع پر بسا اوقات قاری کے ذہن میں ایک لفظ کے کئی کئی معانی آجاتے ہیں حالانکہ اصل معنی انکے علاوہ ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر اصفہانی ان تمام غیر مراد معانی کی نفی کر دیتے ہیں اور لفظ کے مناسب معنی کی وضاحت کر دیتے ہیں، جیسے کہ لفظ خوف (ڈرنا) کے تعلق سے اصفہانی نے اَلۡخَوۡفَ مِنَ اللّٰہِ (اللہ سے ڈرنا) لکھا ہے۔لیکن عام طور سے جو ڈرنا سمجھا جاتا ہے وہ مراد نہیں ہے، جیسے شیر سے ڈرنا۔ یہاں اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نافرمانی سے بچا جائے اور اس کی اطاعت کیا جائے۔

قواعد کلیہ: بہت سے مقامات پر اصفہانی بعض کلمات کی تشریح کرتے ہوئے قاعدہ کلیہ بیان کر دیتے ہیں، یعنی اس کلمہ کے قرآنی استعمال کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔مثلا: کہتے ہیں (لفظ «تبارک» قرآن میں جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ اللہ کی خیر کی صفات کے ساتھ خاص ہے)

قواعد اکثریہ: بعض جگہوں پر اصفہانی یہ وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ لفظ اس معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے، تا کہ اس کے کئی معنی کی نفی ہو جائے۔ مثلا: لکھتے ہیں (لفظ ’’سعی‘‘ کا زیادہ تر استعمال قابل تعریف احوال کے لیے ہوتا ہے)

(مفردات القرآن جلد اول صفحہ 19 اسلامی اکیڈمی لاہور)

چند تفسیری نکات

الختم والطبع کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں کبھی تو ختمت اور طبعت کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں اور کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے اور کبھی کسی چیز کا اثر حاصل کر لینے سے کنایہ ہوتا ہے جیسا کہ مہر سے نقش ہو جاتا ہے۔

الصلب

الصلب والاصطلاب کے معنی ہڈیوں سے چکنائی نکالنے کے ہیں اور صلب جس کے معنی قتل کرنے کے لئے لٹکا دینے کے ہیں۔ بقول بعض اسے صلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اس شخص کی پیٹھ لکڑی کے ساتھ باندھ دی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ صلب الودک سے ہے جس کے معنی ہڈیوں سے چکنائی نکالنا کے ہیں اور قرآن میں ہے وَمَا صَلَبُوۡہُ وَمَا قَتَلُوۡہُ اور انہوں نے عیسی کو قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔

اس زمانہ میں صلیب پر قتل کرنے کے لئے لٹکایا جاتا تھا یہاں تک کہ مصلوب شخص مر جاتا اور اس کی ہڈیاں بھی توڑ دی جاتی تھیں لیکن حضرت عیسٰیؑ کی نہ ہی ہڈیاں توڑی گئیں اور نہ ہی زیادہ دیر وہ صلیب پر لٹکائے گئے کہ جس سے موت واقع ہو سکے پس وہ لوگ حضرت عیسٰیؑ کو حقیقی صلیب نہ دے سکے اور یہی معنی قولہ تعالی وَمَا صَلَبُوۡہُ کا ہے۔

خلفاء کے اقوال مفردات کی تعریف میں

آپ کی کتاب مفردات نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء سے بھی خوب داد تحسین پائی ہے۔

حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں

مفردات راغب عربی کی مستند لغت قرآن ہے

(حقائق الفرقان جلد 3 ص 259)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تفسیر ’’تفسیر کبیر‘‘ میں جابجا مفردات راغب سے حل لغت کے حوالے دے کر اللہ تعالی کے ارشادات کی توضیح فرمائی ہے اور آپ کی لطافت بیان اور فہم قران کی بہت تعریف کی ہے

(تفسیر کبیر جلد 9 ص433)

اسی طرح حضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بالخصوص رمضان المبارک میں اپنے دروس قرآن میں قرآنی الفاظ کی لغت کیلئے مفردات پر بہت اعتماد فرمایا اور متعدد مرتبہ آپ کا ذکر محبت اور مدح کے ساتھ فرمایا مثلا فرمایا حضرت امام راغب کی کتاب مفردات راغب ہے جو سند ہیں اس پہلو سے کہ ان سے بہتر الفاظ کی کنہ تک پہنچنے والا کوئی اور مفسر میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کا مفردات امام راغب کے متعلق تبصرہ

آپ فرماتے ہیں: مفردات امام راغب میں یہ لکھا ہے کہ رزاق صرف اللہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے امام راغب عموماً قرآنی آیات کی روشنی میں اپنی لغت کی بنیاد رکھتے ہیں اسکی بنیاد پر معنے بیان کرتے ہیں۔ لفظ رزق کے تحت امام راغب نے اس کے تین معنے بیان کئے ہیں ایک یہ کہ رزق مسلسل ملنے والی عطا کو کہتے ہیں خواہ وہ دنیا کی عطا ہو یا آخرت کی عطا ہو دوسرے یہ کہ کبھی حصہ کے لئے رزق استعمال ہوتا ہے جس میں اچھائی بھی ہوسکتی ہے اور بُرائی بھی ہوسکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی خوراک کو رزق کہتے ہیں جو پیٹ میں جاتی ہے اور غذا کا کام دیتی ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

حضرت چوہدری فضل احمد صاحب رضی اللہ عنہ
گورداس ننگل ضلع گورداسپور

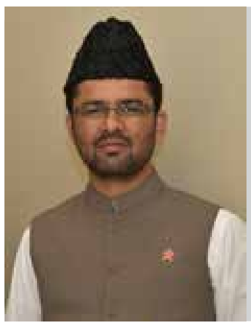

حضرت چوہدری فضل احمد صاحب رضی اللہ عنہ ولد حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ قوم راجپوت منہاس کا آبائی گاؤں آلووال ضلع گورداسپور تھا۔ آپ اندازاً 1890ء میں پیدا ہوئے، قادیان میں تعلیم پائی، حصول تعلیم کے بعد بطور پٹواری ملازمت کی۔ آپ گورداس ننگل ضلع گورداسپور منتقل ہوگئے تھے۔ گوکہ آپ کے والد صاحب کے ذریعے گھر میں احمدیت آچکی تھی لیکن آپ نے خود بھی 5/مئی 1904ء کو بیعت کی توفیق پائی۔ آپ بیان کرتے ہیں:

''حضرت والد صاحب مرحوم کا نام منشی محمد اسماعیل باپ کا نام محمد علی قوم راجپوت منہاس ساکن آلووال تحصیل گورداسپور تھا جو موضع پسناوالہ میں پٹواری تھے جو قادیان سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے اور انہوں نے غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت بذریعہ خط 1896ء تا 1898ء میں کی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرف زیارت اور ملاقات 1892ء کے قریب غالباً پہلے حاصل کیا تھا۔ میرے خیال میں انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے پہلے شاید دو دفعہ ملاقات حاصل کرنے کا انہیں موقع نصیب ہوا تھا۔

ایک دفعہ کے ذکر میں فرمایا کہ میں اور میرے چچا صاحب مرحوم مولوی نظام الدین صاحب جو دہلی سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہوئے تھے ان کے ہمراہ حضرت صاحب کی ملاقات کی اور اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند رؤیا اور الہام اور کشوف کا ذکر فرمایا تو مولوی نظام الدین صاحب نے عرض کیا کہ آپ ان کو ظاہر نہ کریں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پورے وثوق کے ساتھ انہیں یقین دلایا کہ یہ میرے خدا کی فرمائی ہوئی ہیں۔ میں ان کو ظاہر کرنے سے رک نہیں سکتا۔

دوسری دفعہ کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ دوپہر کا وقت تھا..... حضرت مسیح موعود ..... آرام فرمارہے تھے۔ ہم دو تین آدمی تھے۔ ہماری اچھی طرح آپ نے تواضع کی اور پانی وغیرہ پلوایا۔ اس وقت حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد حسین صاحب تو شملہ بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں ہی شملہ بھیج دیا ہے کیونکہ وہاں خوب سرد ہوا آرہی تھی۔ باقی باتیں تو فدوی کو یاد نہیں رہیں کیونکہ جب یہ ذکر ہوا تھا تو فدوی ابھی بچہ ہی تھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 10 صفحہ 278)

آپ مزید بیان کرتے ہیں:

''فدوی نے بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر مئی 1904ء میں کی۔ اس وقت نیاز مند کی عمر 13 یا 14 سال تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیدار سے قریباً دو سال پہلے سے متعدد بار متمتع ہوتا رہا کرتا تھا۔ جبکہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ جمعہ پڑھنے آیا کرتا تھا۔ خاکسار تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تعلیم کے لئے داخل ہوا اور چھٹی جماعت میں سکول چھوڑ دیا۔

ایک واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گفتگو کرنے کا خاکسار کو یہ یاد ہے کہ جب حضور مولوی کرم دین صاحب جہلم والے کے مقدمہ پر براستہ سڑک بٹالہ گورداسپور تشریف لے جارہے تھے تو قادیان سے سڑک تک بہت پانی راستہ میں بارش کی وجہ سے تھا۔ تو سڑک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین صاحبہ کے ہمراہ خاکسار نے صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور فدوی نے راستہ میں دو تین چھوٹی مچھلیاں پکڑ کر صاحبزادہ صاحب کو دکھلانے کے لئے زمین پر رکھی تھیں اور ان مچھلیوں کے رنگ کے متعلق حضرت سے باتیں ہوئیں۔

چونکہ فدوی بورڈنگ میں داخل نہ تھا اس لئے عموماً اوقات نماز میں مسجد مبارک جایا کرتا تھا اور بورڈنگ کے لڑکے بھی مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لئے آجایا کرتے تھے۔ چونکہ حضور سے مصافحہ کرنے کے شوق میں سب پیش پیش رہا کرتے تھے اس لئے مہمانوں کو بہت کم موقع مصافحہ کے لئے ملتا تھا یا دقت ہوتی تھی۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے لڑکوں کو مسجد مبارک میں آنے سے رکوا دیا جو بورڈنگ میں رہا کرتے تھے۔ غالباً ایک دو دن کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب لڑکے نماز کے لئے کیوں نہیں آتے کیا وجہ ہے؟ تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ حضور میں نے رکوا دیئے ہیں مہمانوں کو تکلیف ہوتی تھی تو حضورؑ نے مولوی صاحب کو فرمایا کہ ہم آج موئے کل دوسرا دن۔ مولوی صاحب یہ بچے ہماری خبر تین پشت تک دیں گے۔ اپنی اولادوں کو کہیں گے کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا اور ان کی اولادیں کہیں گی ہمارے باپ دادا نے خدا کے مسیح کو دیکھا انہیں مت روکو۔ پھر یہ تجویز ہوا کہ ایک کلاس کے لڑکے ایک نماز میں آجایا کریں اور ہائی کلاس کے لڑکے ہر نماز میں شامل ہو سکتے ہیں۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعد فراغت مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب دارالامان تشریف لائے تو آپ شام کے وقت تشریف لائے اور نماز مغرب میں کچھ دیر ہوگئی۔ حضور جس وقت مسجد میں تشریف لائے تو مسجد میں اجالا ہوگیا وہ روشنی فدوی کی آنکھوں میں اب تک موجزن ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 48،49)

آپ بفضلہٖ تعالیٰ موصی (وصیت نمبر 4670) تھے، مورخہ 14/اگست 1953ء کو وفات پائی، یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا ہوا ہے۔ آپ کی اہلیہ کا نام محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ تھا، قادیان محلہ دار السعت میں سکونت پذیر رہیں۔ (الحکم 21 دسمبر 1936ء صفحہ 16) آپ کی والدہ حضرت رحیم بی بی صاحبہ (بیعت نومبر 1905ء۔ وصیت نمبر 2787۔ وفات: 18/جنوری 1932ء بعمر 58 سال مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) مخلص خاتون تھیں اور 1/3 حصہ کی موصیہ تھیں۔ (الفضل 26/جنوری 1932ء صفحہ 2) آپ کے ایک بھائی حضرت چودھری مختار احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے 1903ء میں بیعت کی اور صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا، انھوں نے بطور وارڈ کیپر کیرج اینڈ ویگن سٹورز ڈپو مغل پورہ لاہور ملازمت کی اور مورخہ 22/اکتوبر 1962ء کو بعمر 69 سال کراچی میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے، ان کے مختصر حالات ان کی بیٹی محترمہ امۃ الباسط نے اخبار الفضل 28/مارچ 1967ء میں شائع کیے۔ حضرت چودھری مختار احمد صاحب کی دو شادیاں تھیں، دونوں بیویاں محترمہ جنت بیگم صاحبہ (وفات 4/نومبر 1918ء بعمر 26) اور محترمہ مختار بیگم صاحبہ (وفات: 7/جولائی 1936ء کو بعمر 34) نظام وصیت میں شامل تھیں۔ دونوں بہنیں تھیں جو یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ اللھم اغفرلھم و ارحمھم۔

☆...☆...☆

29 اکتوبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:05	17:46
مدینہ منورہ	05:08	17:44
قادیان	05:20	17:41
ربوہ	05:00	17:21
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:22	16:41